۵

از جناب ڈاکٹر سید محمد فاروق بخاری

علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ
کی
قرآن فہمی

علامہ محمد انور شاہ اس خیال سے متفق نہیں ہیں کہ قرآن میں دنیا بھر کا رطب و یابس موجود ہے۔ وہ زوردار الفاظ میں ان لوگوں کی تردید کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں نیوٹن کا نظریۂ تجاذب، ڈارون کا نظریۂ ارتقاء، آئنسٹائن کا نظریۂ اضافیت وغیرہ ٹٹولتے ہیں۔ اُن کے نزدیک یہ قرآن کی خدمت نہیں ہے۔ بلکہ اس سے زیادتی ہے۔ وہ جانتے تھے کہ سائنسی انکشافات میں کوئی دوام و ثبات نہیں ہے۔ بلکہ روز بروز بدلتے رہتے ہیں۔ آج جن نظریوں کو بڑھ چڑھ کر پیش کیا جاتا ہے۔ کل انہیں مسترد کر دیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ان کی رائے عصر حاضر کے نامور علماء کی آراء سے بہت حد تک ملتی جلتی ہے۔ آیت شریفہ وَالشَّمْسُ تَجْرِی لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (یٰس) پر تقریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لو كان الشرع بنى كلامه في الكونيات على الواقع حقيقة لبقي القرآن مكذباً عندهم الى ان يظهر لهم الواقع ايضاً كما هو عندهم الى ان يظهر لهم الواقع ايضاً كما هو عندهم كمسئلة الحركة هذه فانه لو كان القرآن صدع بحركة الارض مثلاً لبقي مكذباً فيمن مضوا من الفلاسفة لعدم ثبوتها عندهم وان صدّقه الناس اليوم، وكذلك لو صرّح بحركة الفلك لصدّقه القدماء البتة ولكن صار اليوم مكذباً لا يعتقد به احد، لثبوتها عندهم بخلافه،

اگر شریعت نے اپنا کلام علوم کائنات کی حقیقت واقعی پر کام کیا ہوتا تو ہمیشہ قرآن ان کے (یعنی فلاسفہ اور سائنسدانوں کے) نزدیک ناقابل اعتبار ٹھہرتا جیسا کہ اسی مسئلہ حرکت کے بارے میں ان کے متضاد خیالات سے ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً اگر قرآن نے زمین کے متحرک ہونے کا اعلان کیا ہوتا تو وہ فلاسفہ اس کو جھٹلا دیتے۔ جو زمین کی حرکت کے قائل نہیں تھے۔ اس کے برخلاف آج اس کی کھلی تصدیق ہوتی۔ اسی طرح اگر قرآن نے حرکت فلک کی بحث چھیڑی ہوتی تو

فاغمض القرآن عن نحو تلک الکونیات التی تتعلق لا بہا غرض فی اعمالنا لیستوی امرہ عند ھؤلاء ولا تحول تلک المباحث بینہ و بین ایمانہم، ولعمری ھذہ ھو الاحسن[1]

فلاسفہ متاخرین اس کو ماحقول نہ کر لیتے۔ جب کہ عصر حاضر کے محققین اس کی تکذیب کرتے یوں کہ ان کی تحقیق قدما کی تحقیق کے خلاف ہے۔ اسی لئے قرآن نے کونیاتی مباحث نہیں چھیڑے تاکہ ان کا معاملہ ہر دور کے لوگوں پر یکساں رہے اور یہ مباحث لوگوں اور ان کے ایمان کے درمیان حائل نہ ہو جائیں۔ اپنی عمر کی قسم یہی بہترین طریقہ ہے۔

ان کی اس رائے کو عصر حاضر کے نامور مفسر مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"قرآن کا بہت بڑا اعجاز (کہنا چاہئے کہ شاید سب سے بڑا اعجاز) یہ ہے کہ اس نے عقلی علوم اور ترقی پذیر علوم کے مسائل کے باب میں بڑی ہی لچک روا رکھی ہے۔ کہ جو مسئلہ جس طرح اس کے نزول کے وقت علوم عصری کے عین مطابق نظر آتا تھا، اسی طرح آج چودہ سو سال کے بعد بھی معاصر تحقیقات کے عین مطابق ہے اس صورت حال کا راز صرف یہ ہے کہ قرآن نے مغیبات کا تو پورا اور کافی علم دے دیا ہے۔ باقی جتنے علوم و فنون کا تعلق انسان کے عقل، ذہن اور دماغ سے ہے اور ان کے مجموعے کا نام خواہ فلسفہ رکھئے یا سائنس ان کی جزئی تفصیلات کی طرف تو قرآن گیا ہی نہیں، بلکہ صرف مجمل اشارات ان کے متعلق کر دیتے ہیں۔ یہ بنیادی حقیقتیں اگر پیش نظر رہیں تو ان شاء اللہ تفہیم قرآن میں بڑی سہولتیں پیدا ہو جائیں گی۔ اور تفسیر قرآن بجائے ایک "خشک" سے موضوع کے ہم دنیا والوں کے لئے بھی بڑا دلچسپ بن جائے گا"[2]

مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ بھی قرآن میں سائنس و فلسفہ کے مضامین ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالنے کے سخت خلاف ہیں یہاں تک کہ اضافی حد تک بھی اس قسم کا استفادہ کرنے سے روکتے ہیں۔ مولانا عبدالباری ندویؒ نے حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے بھی یہی خیال نقل کیا ہے۔ مولانا آزاد مرحوم بھی اپنے ایک مکتوب میں اسی قسم کی رائے ظاہر کرتے ہیں۔ گو افسوس یہ ہے کہ ترجمان القرآن میں وہ اس رائے پر قائم نہیں رہے۔

شاہ صاحب کے نزدیک قرآن کا کام یہ ہرگز نہیں ہے کہ انسان کو طبعیات، کیمیا، ہیئت، ہندسہ اور تاریخ

---

[1] فیض الباری ج ۴ ص ۲۲۴ [2] تفسیر ماجدی ج ۳ ص ۷ (افتتاحیہ)

وغیرہ پر درس دے یا ان علوم کے مسائل و قواعد پر بحث کرے اُن کی رائے ہیں :-

" قرآن کے مقاصد وہ ہونے چاہئیں جن سے مبداء و معاد اور معاش نیز فلاح و نجاح دنیا و آخرت وابستہ ہو"[1]

یا جیساکہ مولانا دریا بادیؒ نے فرمایا ہے۔

" قرآن وقت کے چلے ہوئے اور اصطلاح مفہوم میں کوئی "علمی" "ادبی" یا "تحقیقی" مقالہ نہیں ، اصلاً وہ محض کتاب ہدایت ہے ، یا انسانی زندگی کا انفرادی یا اجتماعی دستورالعمل اس کی دنیا سرتاسر حکمت و اخلاق روحانیت ، عبدیت اور انابت کی دنیا ہے"[2]

مولانا سید مناظر احسن گیلانی فرماتے ہیں کہ حضرت الاستاذ (مولانا محمد انور شاہ) عربی کے اس شعر کے متعلق

جمیع العلم فی القرآن لکن   تقاصر عنه افهام الرجال

فرماتے تھے کہ یہ کسی غبی کا شعر ہے اور زیادہ جلال آنے پر اس شعر کے کہنے والے کو غبی الاغبیاء کہتے تھے[3]

ناسخ و منسوخ | قرآن کے مسئلہ ناسخ و منسوخ کے بارے میں شاہ صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ قرآن متلو میں منسوخ فی الحکم کچھ بھی نہیں ہے۔ ان کے نزدیک لفظ نسخ کے معنی و مفہوم مختلف زمانوں میں مختلف رہا ۔ اسی لئے آیات قرآنی کے منسوخ اور غیر منسوخ کا مسئلہ بھی پیچیدہ رہا ۔ جن علماء نے بہت سی آیتیں منسوخ قرار دی ہیں ان کے نسخ کا معنی مطلق کو مقید اور عام کو خاص کرنا پیش نظر تھا ۔ آگے جن علماء نے مسئلہ نسخ کی مزید تنقیح کر کے نسخ سے مشروعیت کا دور کرنا مراد لیا ۔ ان کے یہاں منسوخ آیات کی تعداد بھی سمٹ کر رہ گئی ۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی صرف اکیس اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی چھ آیات کے منسوخ ہونے کے قائل ہو گئے ۔ انہوں نے بقیہ آیات کی اس طرح تفسیر بیان کی کہ وہ بھی محکم بن گئیں ۔ جب محققین نے نسخ سے مختلف معنی مراد لئے تو وہ منسوخ اور غیر منسوخ آیات کی تعیین اور تعداد میں بھی مختلف رہے اس لئے اس کو مدنظر رکھ کر علامہ فرماتے ہیں ۔

انکرت النسخ راسًا وادعیت ان النسخ لم یرد فی القرآن رأسًا ۔ اعنی بالنسخ کون الآیة منسوخة فی جمیع ما حوته بحیث لا تبقی معمولة فی جزئی من جزئیاتها فذلك عندی غیر واقع وما من آیة

میں نسخ سے مطلق انکار کرتا ہوں اور دعویٰ کرتا ہوں کہ نسخ قرآن پر وارد ہی نہیں ہوتا ہے ۔ نسخ سے میں یہ معنی لیتا ہوں کہ کوئی آیت اپنے تمام جزئیات کے ساتھ منسوخ ہے اور اس کا کوئی پہلو قابل عمل نہیں رہا ہے ۔ اور یہ میرے نزدیک صحیح نہیں ہے ۔ قرآن میں ایسی تمام آیتیں جو منسوخ

[1] یتیمۃ البیان مقدمہ مشکلات القرآن ص ۶۵   [2] تفسیر ماجدی ج ا ص ٦   [3] حیات انور ، مقالہ مولانا سید مناظر احسن گیلانی

منسوخة الا وهي معمولة بوجه من الوجوه وجهة من الجهات[1]

کہلائی جاتی ہیں کسی نہ کسی پہلو اور کسی نہ کسی جہت سے (اب بھی اور ہر وقت) قابل عمل ہیں۔

ناسخ و منسوخ کی بحث اور امام سیوطی اور محدث دہلوی کی تنقیح و تفسیر سے مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ ایک اور چیز اخذ کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس بحث و تنقیح سے تفسیر بالرائے کی حقیقت کی طرف بھی رہنمائی ملتی ہے وہ یہ کہ ہمارے قدیم مفسرین کرام نے اپنی آراء اور تحقیقات سے قرآنی آیات کی تفسیر بیان کی۔ بعض علماء نے ایسی آیتیں منسوخ سمجھ لی ہیں جنہیں دوسرے علماء نے اپنی تحقیق کے مطابق محکم قرار دیا۔ مگر اس کے باوجود کوئی اسے تفسیر بالرائے نہیں سمجھا۔ جس پر حدیث میں وعید آئی ہے۔ تو جب یہ حقیقت ہے کہ

فان كنت عارفا باللغة و بالادوات التي لابد منها لبيان مراد القرآن فلك ان تفسره رأيت مالم يعد الى تغيير في عقيدة او تبديل في مسئلة مسلمة[2]

قرآن کے مدعا کی وضاحت کے لئے زبان اور تفسیری علوم و قواعد سے واقفیت ضروری ہے اگر تم ان سے واقف ہو تو قرآن کی تفسیر و تشریح کر سکتے ہو۔ مگر اس طرح کہ اسلامی عقائد اور مسلمہ مسائل میں کوئی تحریف و تغیر واقع نہ ہونے پائے۔

چند مفسرین کرام اور ان کی تفسیروں کے بارے میں رائے

مشکلات القرآن دیکھتے ہی نظر آتا ہے کہ ان کی نظر تفسیری ذخائر پر کس قدر وسیع اور عمیق تھی۔ متقدمین کی جو تفسیریں مشہور و مقبول ہیں۔ مشکلات القرآن میں ان کا حوالہ ملتا ہے۔ اور جس تفسیر سے جو مواد حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اسے فخر کے ساتھ لیتے ہیں۔ تفسیروں میں وہ سب سے زیادہ متاثر حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کی نامکمل فارسی تفسیر "فتح العزیز" سے تھے۔ ان کی رائے میں اگر شاہ صاحب دہلوی نے یہ تفسیر مکمل کی ہوتی۔ تو ذخیرۂ تفاسیر میں اس کا وہی مقام و مرتبہ ہوتا جو شروح بخاری میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری کو حاصل ہے۔ اسی وجہ سے ان کی رائے میں امت محمدیہ میں سے کسی نے بھی قرآنی مشکلات کے ساتھ اس طرح اعتنا نہیں کیا ہے جس طرح علم حدیث کے ساتھ کیا گیا ہے۔ محدث بنوری نقل کرتے ہیں:۔

وكان يقول ان مشكلات القرآن تربوا على مشكلات الحديث بيد ان الاسف على ان الامة المرحومة لم تخدم القرآن مثل خدمة الحديث و

فرماتے تھے قرآن کی مشکلات حدیث کی مشکلات سے زیادہ ہیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ امت محمدیہ نے حدیث کی جتنی خدمت انجام دی۔ اتنی قرآن کی نہیں ہی دی۔ حالاں کہ حدیث سے زیادہ قرآن سے

---

[1] فیض الباری ج ۳ ص ۱۴۹ [2] ایضاً

كان الاعتناء به اهم منه بالحديث	اعتنا کرنا اہم اور ضروری تھا
و انه ليس فى ذخيرة التفاسير المطبوعه	مطبوعہ ذخیرۂ تفاسیر میں ایسی کوئی تفسیر
تفسير للقرآن يوازى فى الرتبة فتح	نہیں جو علم حدیث میں ابن حجر کی فتح الباری کے
البارى لصحيح البخارى حاويًا لمزاياه	برابر ہو اور جو قرآن کے تمام پہلوؤں پر محیط
و صادعًا بغوامضه [1]	اور اس کے غوامض کو کھول دینے والی ہو۔

تفسیر عزیزی کے بعد وہ زیادہ اعتماد تفسیر ابن کثیر اور تفسیر البحر المحیط پر کرتے ہیں۔ بالخصوص جہاں عقائد کی تائید و توثیق کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو انہی دو تفسیروں پر نظر پڑتی ہے۔ قرآن کے لغوی مباحث اور ادبی خوبیاں بیان کرتے وقت علامہ ابوالقاسم جار اللہ زمخشری کے اقوال کو حرفِ آخر کی حیثیت دیتے ہیں۔ وہ تفسیر کشاف پر اس طرح مٹے ہوئے نظر آتے ہیں کہ مصنف کے اعتزال پر رحم کھانے کے لئے بھی تیار ہوئے ہیں۔ جن آیات کا تعلق معارف و حقائق کے ساتھ ہوتا ہے وہاں شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کی الفتوحات المکیہ کو بلا تردد اپنی پناہ گاہ بناتے ہیں۔ آیت وعلّم آدم الاسماء کلّھا تقریبًا سارے مفسرین نے اسماء اشیاء سے حقائق اشیاء مراد لیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو نہ صرف اشیاء کے نام سکھائے بلکہ ان ناموں کے حقائق سے بھی آگاہ کیا۔ مگر علامہ محمد انور شاہؒ لکھتے ہیں۔

لم يذكر حقائق الاشياء [2] اشیاء کے حقائق ذکر نہیں کئے ہیں۔

پھر اس آیت کی چند سطروں میں عارفانہ تفسیر بیان فرمائی ہے جس میں زیادہ تر شیخ اکبرؒ کے علوم سے استفادہ فرمایا ہے۔ ان کی رائے میں قرآن کے علوم مفسرین کی تفسیر تک ہی محدود نہیں بلکہ عرفا کی تصانیف سے بھی بہت سی گرہیں

---

[1] فیض الباری ج ۳ ص ۱۴۹

[2] مشکلات القرآن ص ۵۔ علامہ محمد انور شاہؒ کی یہ تفسیر (حقائق اشیاء کا عدم ذکر) طبیعات کی جدید تحقیقات کے مطابق نظر آتی ہے۔ طبیعات کے جدید فضلاء اعتراف کرتے ہیں کہ طبیعاتی دنیا میں ان کی تحقیقات کی ساری کوششیں علامات یا اسماء تک محدود ہیں اور ان اسماء کے حقائق کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چلتا۔ مشہور یورپی سائنسدان اور فلسفی جوڈ نے اس موضوع پر اپنی کتاب "گائڈ ٹو موڈرن فلوسفی" میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اس نے بحث کا عنوان ہی یہ رکھا ہے "طبیعاتی دنیا بحیثیت علاماتی، نہ کہ حقیقت"۔ اسی طرح پروفیسر مولانا عبدالباری ندویؒ نے بھی سائنس کے دوسرے مسلمہ محققین کے نقول پیش کر کے طبیعی دنیا ایک علاماتی دنیا کی صورت میں پیش کیا ہے۔ اور پھر حاشیہ پر لکھا ہے۔ علّم آدم الاسماء کلھا سے عام طور پر مفسرین جو حقائق اشیاء کی تعلیم دیتے ہیں وہ کہیں ایسی بات تو نہیں ہے جو قرآن کے مدعا کے خلاف ہو آخر خدا نے صرف اسماء کا لفظ کیوں استعمال فرمایا" (مذہب اور سائنس ص ۱۵۶)

کھلی ہیں۔ قرآن میں جہاں احکام اور فقہیات کا ذکر ہے وہاں علامہ کشمیری فقہائے مفسرین کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور بعض شافعیہ یا متکلمانہ تفسیروں کو نہیں چھیڑتے بلکہ نکل فن رجال پر یقین رکھ کر احکام القرآن (جصاص) اور احکام القرآن (ابن العربی مالکی) پر اعتماد کرتے ہیں۔ ملت صابی کی تحقیق میں حافظ ابن تیمیہ کی رائے تسلیم نہ کرتے ہوئے[۱] امام ابوبکر جصاص کی تحقیق کو حرف آخر سمجھتے ہیں۔

التحقیق التعاطى الذى عما ذكره الجصاص فى احكام القرآن[۲]

امام فخر الدین رازی کی تفسیر مفاتیح الغیب معروف بہ تفسیر کبیر کی تعریف و توصیف کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے امام صاحب قرآن کی مشکلات میں کھیلتے ہیں[۳] یہ رائے بھی رکھتے ہیں کہ امام رازی قرآن کی مشکلات اور معضلات میں غوطہ تو مارتے ہیں مگر کہیں کہیں اطمینان نہیں ہوتا۔

مولانا محمد یوسف صاحب بنوری لکھتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت الاستاذ (علامہ کشمیری) سے عرض کیا کہ امام رازی کی تفسیر کے بارے میں علامہ سیوطی نے اتقان میں جو یہ نقل کیا ہے فیہ کل شئی الا التفسیر یعنی اس میں سب کچھ تو ہے مگر تفسیر ہی نہیں ہے۔ اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ جواب دیا کہ یہ ریمارک ایسے شخص کا ہوگا جس پر روایت پرستی کا غلبہ ہو اور اعتبار و آثار تک محدود رہ کر قرآن کے اسرار و معارف سے غافل ہو[۴]

ایک اور موقعہ پر اس ریمارک کے بارے میں یہ بھی فرمایا۔

ذلک القول ظلم فی حق الامام[۵] امام صاحب کے حق میں یہ بات ظلم و زیادتی ہے

روح المعانی کی قدر و اہمیت کے دل سے معترف ہیں اور فخر کے ساتھ کہتے ہیں کہ مجھے صاحب روح المعانی سے دو واسطوں سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ تفسیر بیضاوی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس میں علامہ بیضاوی نے اپنی کوئی تحقیق پیش نہیں کی ہے۔

واعلم ان البیضاوی لم یصنف کتابه علی طور المحدثین - بل اخذ کثیراً من الکشاف یاتی فی کتابه الفائق بالموضوعات ایضاً[۶]	یاد رکھنا چاہئے کہ قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر محدثین کے طرز پر نہیں لکھی۔ بلکہ قاضی صاحب نے کشاف سے بہت کچھ اخذ کیا ہے اور کشاف کے مصنف اپنی قابل قدر کتاب میں موضوع احادیث بھی لاتے ہیں

۱۔ فیض الباری ج ا قاموس القرآن مولانا زین العابدین سجاد لفظ "صابی" ۲۔ مشکلات القرآن ص ۱۶

۳۔ نفحۃ العنبر من حدی الشیخ الانور ص ۴۸-۴۹ ۴۔ ایضاً ۵۔ ایضاً

۶۔ فیض الباری ج ا ص ۱۶۴

نواب صدیق حسن خانؒ کی تفسیر فتح البیان کو علامہ شوکانی کی تفسیر کا دوسرا نام سمجھتے ہیں۔ ابومحمد عبدالحق حقانی کی مشہور اردو تفسیر کی اہمیت وعظمت کے قائل ہیں۔ عقیدۃ الاسلام میں اس کے مقدمہ کا حوالہ دیا ہے۔ بلکہ دوسرے ایڈیشن میں چند سطور میں اس پر تقریظ بھی لکھی ہے۔ جو مطبوعہ تفسیر حقانی میں شامل ہے۔ اردو تراجم میں حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اردو ترجمہ موضح القرآن کو بھی اہم سمجھتے ہیں۔ مشکلات القرآن میں بھی کئی غوامض موضح القرآن کی روشنی میں ہی حل کئے ہیں۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی تفسیر بیان القرآن کا حوالہ بھی مشکلات القرآن میں دو جگہ ملتا ہے۔

آخر میں ہم علامہ محمد انور شاہؒ کے ارشادات کی روشنی میں قرآن حکیم کی صرف دو آیات کا مفہوم درج کرتے ہیں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ علامہ ممدوح مشکل اور اختلافی مسائل کس خوبی کے ساتھ سہل اور قابل قبول بناتے ہیں۔ اگرچہ ان کے بعض تلامذہ نے کچھ تفسیری افادات اردو زبان میں بھی منتقل کئے ہیں[1] تاہم اس مضمون کو کسی قدر مکمل کرنے کی غرض سے ہم بھی دو آیتوں کی تفسیر مختصر طور پر درج کریں گے۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ (انعام ۵۹)	اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

علامہ محمد انور شاہؒ فرماتے ہیں:-

علوم کی دو قسمیں ہیں (۱) علوم تکوینیہ (۲) علوم تشریعیہ۔ تکوینی علوم پر کوئی بھی انسان مکمل طور پر آگاہ نہیں ہے۔ یہاں تک کہ انبیاء بھی ان سے بے خبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تکوینی علوم کی ساری کنجیاں اپنے قبضے میں رکھی ہیں۔ جیسا کہ مذکورہ بالا آیت سے ظاہر ہے۔ چونکہ انبیاءؑ صرف شریعت قائم و نافذ کرنے کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ اس لئے انہیں تکوینی علوم کو چھوڑ کر صرف تشریعی علوم سے آگاہ کرنا ہی مناسب تھا۔ اور تکوینی علوم کے تمام اصول محفوظ رکھے گئے۔ البتہ ان اصول کے جزئیات کا علم دیا گیا۔ اسی مقام پر امام فخر الدین رازی کو اشتباہ لاحق ہوا۔ جس کی بنا پر وہ کوئی اطمینان بخش جواب نہیں دے سکے۔ اس پر قاضی شوکانی صاحب نے امام رازی کی تنقید کرتے ہوئے کہا کہ یہ رازی کی فلسفیانہ کج روی ہے۔ کیونکہ بقول قاضی شوکانی کسی بھی انسان کو (چاہے وہ پیغمبر یا ولی ہی کیوں نہ ہو) تکوینی علوم میں کسی جزء کا کوئی علم بھی عطا نہیں کیا جاتا مگر میں (محمد انور شاہ) کہتا ہوں کہ اس طرح کا دعویٰ وہی شخص کر سکتا ہے جو دنیا میں گذرنے والے واقعات سے بے خبر ہو[2] اگر علامہ شوکانی نے بھی تاریخ کا مطالعہ کیا ہوتا تو وہ جانتے کہ غیب کی

---

[1] اس سلسلے میں قاضی زین العابدین میرٹھی کی قاموس القرآن۔ مولانا محمد حفظ الرحمان سیوہاروی کی قصص القرآن۔ مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی کی ترجمان السنہ (بحث ختم نبوت) اور پروفیسر مولانا سعید احمد اکبر آبادی کی وحی الٰہی ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ [2] فیض الباری ج۱ ص۱۵۱

خبریں دینا ایک فن ہے۔ علامہ ابن خلدون نے اسے فنون ہی میں شمار کیا ہے۔[1]

یہ جانی پہچانی بات ہے کہ جب کاہنوں نے کبھی کسی چیز کے واقع ہونے کی خبر دی تو وہ ان کی پیشین گوئی کے مطابق ہو کر رہی۔ اس لئے یہ امام رازی کی کجروی نہیں بلکہ خود قاضی شوکانی کی حقیقت سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے علم غیب کی جزئیات کا علم درحقیقت کوئی علم نہیں۔ کیونکہ جزئیات ہمیشہ تغیر پذیر ہوتے ہیں۔ اور ایک جزء کا علم دوسرے جزء کے ساتھ کوئی ربط بھی نہیں رکھتا۔ اس لئے یہ کوئی علم ہی نہیں ہوا۔ علم صحیح معنوں میں وہ ہوا جو اس نوع کے سارے افراد پر مشتمل ہو۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ یورپ سے ہزاروں مصنوعات ہمارے پاس آتے ہیں ہم انہیں دیکھتے بھی ہیں اور جانتے بھی ہیں مگر اس کے باوجود ہم ان کے اصول سے ناواقف ہیں۔

علم صحیح معنوں میں وہ علم ہے کہ جاننے والا اس کے جاننے سے اس نوع کے تمام اصول و اجزاء اور ان کے حقائق سے مطلع ہو جائے۔ اللہ نے اس آیت قرآنی میں مفاتیح کا لفظ استعمال کر کے دراصل اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب تمہیں چابی دے دی جائے گی تو تم تمام تالوں کو جب چاہو کھول سکتے ہو۔ مگر یہ حالت علم کلی ہی کے ساتھ مختص ہے۔ جو صرف حق تعالیٰ ہی سے مخصوص اور اسی تک محدود ہے۔ اس نے اپنے بندوں کو حسب استعداد بکھرے ہوئے اجزاء عطا کئے۔ کلیدی اہمیت و نوعیت کے علوم اسی کے پاس ہیں۔ یہاں لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ کا حصر بھی بغیر کسی تاویل کے سمجھ میں آ جاتا ہے۔[2]

اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا (آل عمران ۵۵)	جب خدا نے فرمایا کہ عیسیٰ میں تمہاری دنیا میں رہنے کی مدت پوری کر کے اپنی طرف اٹھاؤں گا اور تمہیں کافروں کی صحبت سے پاک کر دوں گا۔

علامہ محمد انور شاہؒ اس آیت کی تفہیم و توضیح میں ان تین الفاظ کی طرف خاص توجہ کرتے ہیں۔

۱۔ مُتَوَفِّیْكَ ۲۔ رَافِعُكَ ۳۔ مطهرك

علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ عربی میں "وفات" اور "موت" کے علیحدہ علیحدہ معنی کے لئے آتے ہیں۔ اگر موت اور وفات دو مترادف الفاظ ہوتے تو ائمہ لغت نے اس کی تصریح کی ہوتی۔ بلکہ اس کے عین برعکس علمائے لغت نے تصریح کی ہے کہ وفات کے معنی ہرگز حقیقی اور طبعی موت نہیں ہے۔ چنانچہ ازہری نے تہذیب الالفاظ اور ثعالبی نے

---

[1] مصر کے نامور فاضل اور ادیب محمد عبداللہ العنان لکھتے ہیں:۔ السحر والرؤیا واسرار الحروف والکیمیا والانفعال الروحانی والاسرار الخفیۃ والاستدلال علی الضمائر ....ھی جمیعًا عندہ من انواع العلوم ومما یلحق بها (ابن خلدون۔ حیاتہ وتراثہ الفکری ص ۱۱۶۔ قاہرہ ۱۹۳۹ء)

فقہ اللغت میں وفات کو موت کے معنیٰ میں نہیں لیا کہ اہل عرب موت کے معنیٰ میں استعمال سے ناواقف تھے۔ اسی وجہ سے ابن سیّدہ نے مخصص میں جب اس لفظ کو موت کے معنیٰ میں بطور کنایہ استعمال کیا تو اشعار عرب کے بدلے قرآنی آیت ہی سے استشہاد کیا۔

لفظ التوفی۔ اتفقت نظائر اشتقاقہ فی انہ استیفاء الحق بحیث لم یترك منہ شیئا۔

توفّی لفظ کے اشتقاق کی مثالیں اس پر متفق ہیں کہ اس کے معنی حق کی مکمل وصول یابی ہے۔ اس طرح کہ حق سے کوئی چیز باقی نہ رہے۔

علامہ ممدوح آگے لکھتے ہیں کہ یہ لفظ موت کے معنیٰ میں آگے اس وجہ سے استعمال ہونے لگا کہ توفّی میں تعظیم و تشریف ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس کا معنی موضوع لہ ہی ختم ہو جائے۔ قرآن حکیم کا ایک ایک لفظ چنا ہوا ہے۔ اور اس کے ایک ایک حرف کے پیچھے حقائق موجود ہوتے ہیں۔ مزید برآں موت اور وفات کا فرق بُلغاء نے ہمیشہ ملحوظ رکھا ہے اور ہر وقت اس کی رعایت رکھی ہے۔ چنانچہ ابوالبقاء نے کلیات میں لکھا ہے۔

قال (ابوالبقاء) التوفی الامانۃ و قبض الروح و علیہ استعمال العامۃ اولا ستیفاء واخذ الحق و علیہ استعمال البلغاء[1]

توفّی کا لفظ عام لوگوں کے ہاں موت دینے اور جان لینے کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ مگر بلغاء کے ہاں اس کے معنیٰ پورا پورا لینا اور حق وصول کرنا ہے۔

اس کے بعد علامہ کشمیری نے ابن اثیر کی المثل السائر اور علامہ سیوطی کی اتقان سے بلاغت کے کچھ اہم اصول و قواعد کی روشنی میں وفات اور موت کا فرق واضح کیا۔ پھر لکھتے ہیں۔

فاذا اتقنت ھذا، فالتوفّی کسائر نظائرہ فی المادۃ للاخذ والتناول کوفاء العدۃ والدّین اللازم و الاجل المضروب ولادلالۃ لہ علی الموت من حیث اللفظ و استعمالہ نعم یجامعہ کثیرًا لان استیفاء العمر یعقبہ الموت و ھذا امرٌ

جب تمہیں اس تحقیق پر اطمینان ہوا تو جان لینا چاہیئے کہ وفات اپنے ماخذ کے تمام امثال و نظائر کی طرح "لینے اور پانے" کے معنی رکھتا ہے جیسے وفائے عدّت یا واجبی قرض کی پوری وصولی، یا مقررہ مدت کی تکمیل وغیرہ۔ اس لئے لفظ اور اس کے استعمال کی حیثیت سے یہ لفظ قطعاً موت کا معنی نہیں رکھتا۔ ہاں موت کے معنی سے اکثر یہ ملتا ہے

---

[1] عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام۔ علامہ محمد انور شاہ کشمیری ص ۴۷

آخر..... انما شاع الآن في الموت كناية[1]	کیونکہ عمر کی رسیدگی کے بعد موت ہی ہوتی ہے لیکن یہ دوسری بات ہے..... اب یہ لفظ (وفات) موت کے معنی میں بطور کنایہ مشہور ہوا۔

وفات کے ایک اور معنوی خوبی بیان کرتے ہوئے علامہ کشمیری لکھتے ہیں:۔

المتوفى يكون حق المتوفى فلا يقال مثلاً لاخذ الفرس من الصحراء توفيت الفرس و انما يقال توفيت حقي اى حصلته و يقال في معناه بالفارسية وصول کردم حق خویش را	متوفی حق ہوتا ہے متوفی کا مثلاً میدان میں گھوڑے کو پکڑ کر یہ نہیں کہہ سکتے "توفیتُ الفرس" "وصول کردم حق خویش را"
و اذا كان لتحصيل حقه و الحق لا يكون عند الغير الا عارية لمدة مضروبة[2]	یعنی یہ لفظ اس حق کے حاصل کرنے کے وقت بول سکتے ہیں جو وہ دوسرے کے پاس ایک مقررہ مدت کے لئے عاریۃً ہو۔

علامہ ممدوح کے نزدیک موت اور وفات حقیقی اور وضعی اعتبار سے دو مختلف معانی کے حامل ہیں۔ قرآن میں حضرت عیسیٰ کے لئے جہاں "وفات" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ وہاں اس کے حقیقی اور وضعی معنی ہی مقصود ہے۔ نہ کہ کنایہ۔ اس سلسلے میں علامہ کشمیری یہ بھی فرماتے ہیں کہ قرآن حکیم کی معجزانہ بلاغت آنکھیں کھول دیتی ہے۔ غور کی بات ہے کہ قرآن نے حضرت عیسیٰ کے لئے وفات ہی کا لفظ استعمال کیا جس سے ان کے رفع و نزول کی مکمل تائید و توثیق ہوتی ہے ہاں ایک آیت ایسی بھی ہے جہاں موت ہی کا لفظ وارد ہوا ہے اور علامہ ممدوح اذعان و اعتماد کے ساتھ لکھتے ہیں کہ یہاں موت کا لفظ لانا ہی لازمی تھا۔ کیونکہ اس آیت کا تعلق حضرت عیسیٰ کی حیات بعد نزول سے ہے۔ جب وہ اصلاح و تجدید کریں گے اور پھر عام طبعی موت پائیں گے۔

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا (نساء ۱۵۹)	اور کوئی اہل کتاب نہیں ہوگا مگر ان کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے۔

---

[1] عقیدۃ الاسلام ص ۲۵ [2] تحیۃ الاسلام ص ۳۳، مجلس علمی ڈابھیل

اس آیت میں موتہ میں ہ حضرت عیسیٰ کی طرف راجح ہے۔ یعنی قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ کا نزول ہوگا تو انہی طبعی موت پانے سے پہلے پہلے تمام اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے۔ تو صاف معلوم ہوا کہ قرآن موت کا لفظ حضرت عیسیٰ کی زندگی کے اس دور کے ذکر میں رہا ہے جو نزول کے بعد ہوگا۔

بعض مفسرین نے موتہ میں ہ کا مرجع اہل کتاب ٹھہرایا ہے مگر علامہ کشمیریؒ نے احادیث سے ثابت کیا ہے کہ کبار صحابہؓ نے بھی یہاں حضرت عیسیٰ کی ذات مقدسہ مراد لی ہے۔ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح میں اسی کو مسلک جمہور کہا ہے۔

مطہرک۔ آیت میں یہ لفظ درج ہیں و مطہرک من الذین کفروا اے عیسیٰ ہم کفار کے ہاتھوں سے تم کو بالکل پاک و صاف رکھیں گے۔ اس قرآنی تصریح کے بعد جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کو تختہ دار پر لٹکایا گیا۔ یہاں ان کے جسم کو مارا گیا اور وہ بے ہوش ہوئے، لوگ سمجھے کہ وہ انتقال کر گئے۔ تو انہیں تختہ دار سے اتار کر دفن کیا مگر آپ درحقیقت زندہ تھے۔ چند دن بعد افاقہ ہوا اور کچھ ہمدردوں نے آپ کو قبر سے نکالا۔ علاج و معالجہ کے بعد آپ روپوشی کی حالت میں مادرِ وطن سے بھاگ گئے۔

یہ تاویلات باردہ اس سے کہیں زیادہ مستبعد ہیں۔ جو ممات مسیح کے قائلین کو عقیدہ رفع و نزول میں محسوس ہوتی ہے۔ علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ اگر ان رکیک باتوں پر غور کیا جائے تو اس اولوالعزم پیغمبر کی طہارت و تطہیر جس کا قرآن کی مذکورہ آیت کے مطابق اللہ نے وعدہ فرمایا ہے۔ بالکل بے معنی ہوتا ہے۔ صحیح بخاری میں وارد ہوا ہے کہ حضرت موسیٰ نے اپنے رب سے ارض مقدس ہی میں آخری آرام گاہ نصیب کرنے کی دعا کی تھی۔ اسی طرح دوسرے انبیاءؑ بھی پاک مقامات ہی کی تمنا کرتے تھے۔ یہاں خود اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بشارت دیتا ہے کہ میں تم کو کفار سے محفوظ رکھوں گا۔ ان صاف صریح الفاظ کے بعد دعویٰ کرنے والوں کو یہ دعویٰ کتنا کھوکھلا اور خلاف قرآن نظر آتا ہے جو کشمیر میں قبر مسیح کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مرزائے قادیان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ محمد انور شاہ فرماتے ہیں

دعواه انّ عیسیٰ علیه السلام توفیّ	وہ دعویٰ کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے کشمیر میں
بکشمیر وقد کانت دار کفر	وفات پائی۔ حالاں کہ کشمیر اس زمانے میں کفر اور
ووثنیّة اذذاک وکان الله	بت پرستی کا گھر تھا۔ ادھر خدا نے ان سے وعدہ
قال له ومطهرك من الذین	کیا تھا کہ میں تجھے کفار سے پاک اور محفوظ رکھوں گا
کفروا، وقد جاء اذا لم تستحی	سچ ہے ع
فاصنع ما شئت لـه	بے حیا باش ہر چہ خواہی کن

له عقیدة الاسلام ص ۲۳

غرض تطہیر کے لئے یہ لازم تھا کہ کفار اور بدباطن لوگوں سے آپ کو محفوظ رکھا جائے اور "رفع" اسکا اہم جزء تھا "رفع" - اس آیت کا تیسرا قابلِ تحقیق لفظ "رفع" ہے۔ جو لوگ حضرت عیسیٰؑ کی ممات کے قائل ہیں وہ یہاں رفع سے رفعِ درجات مراد لیتے ہیں نہ کہ جسمانی رفع۔ ان کے جواب میں محدث کشمیری فرماتے ہیں۔

اوّلاً۔ ہر ایسے شخص پر وہ جو قرآن وحدیث پر ایمان رکھتا ہے اور اسے یقین ہے کہ امت محمدیہ باطل پر کبھی بھی اکٹھا نہیں ہو سکتی۔ واجب ہے کہ یہاں جسمانی رفع ہی تسلیم کرے۔ اسی پر قرآن قطعی الثبوت اور اجماع امت قطعی لا محالہ ہے [1]

ثانیاً۔ حضرت عیسیٰؑ کا یہ رفع ان کے لئے اسی طرح بمنزلہ معراج تھا جس طرح دوسرے انبیا علیہم السلام اس عطیۂ خداوندی سے سرفراز ہوئے۔ امام راغب اصفہانی نے مفردات القرآن میں یہی مراد لیا ہے۔ جیسا کہ تفسیر البحر المحیط میں ان سے منقول ہے۔

ثالثاً۔ سورہ نساء کی رفع نزول مسیحؑ سے متعلق آیات وفد نجران کے سامنے تلاوت کی گئی۔ جیسا کہ ائمہ متقدمین نے متفقہ طور پر نقل کیا ہے۔ کہ یہ ان کے عقیدہ کی اصلاح کے لئے نازل ہوئیں۔ ان کا عقیدہ تھا کہ عیسیٰؑ روح وجسد کے ساتھ اٹھائے گئے۔ اگر اسلام کا عقیدہ اور قرآن کی تعلیم اس کے برخلاف ہوتی تو ضرور تھا کہ نظم قرآن میں ایسا لفظ لایا جاتا جو

---

[1] ممات مسیح کے بعض قائلین نے اپنی رائے امام مالک۔ امام فخر الدین رازی۔ علامہ ابن حزم اندلسی۔ امام ابن تیمیہ علامہ ابن قیمؒ اور معتزلہ کی طرف بھی منسوب کی تھی۔ علامہ محمد انور شاہ نے یہ دعویٰ بالکل بے بنیاد ثابت کیا۔ اور ان تمام اکابر کی تصانیف سے نقول پیش کرکے دعویٰ کرنے والوں کی علمی خیانت نمایاں کردی۔ اس سلسلے میں علامہ کشمیریؒ کا ایک دوسرا تحقیقی رسالہ التصریح بما تواتر فی نزول المسیح بھی قابلِ مطالعہ ہے جس کے بارے میں علامہ محمد زاہد الکوثری لکھتے ہیں۔

مولانا المحدث الکشمیری کتاب التصریح بما تواتر فی نزول المسیح یسوق فیہ سبعون حدیثا تدل علی نزولہ علیہ السلام (مقالات الکوثری) مطبوعہ مصر ص ۳۵۵۔) یعنی مولانا محدث کشمیریؒ نے التصریح بما تواتر فی نزول المسیح کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں ایسی ستّر احادیث پیش کی گئی ہیں جو حضرت عیسیٰؑ کے نزول پر روشنی ڈالتی ہیں۔

اسی طرح یہ رسالہ جب علامہ کوثری کے توسط سے جلیل القدر فلسفی عالم علامہ مصطفیٰ صبری کو پہنچا تو انہوں نے بھی تعجب کے ساتھ لکھا سبعون حدیثاً مرویا عن الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بالسنۃ رواۃ مختلفین من الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم لا بد ان لکون لہا قیمتہا۔ موقف العقل والعلم والعالم (ج ۴ ص ۲۱ احیا الکتب العربیہ ۱۹۵۰) یعنی رسول اللہؐ سے ستّر احادیث کا صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کی زبانوں سے مروی ہونا یقیناً قدر واہمیت کا حامل ہے۔ التصریح کا دوسرا ایڈیشن دمشق سے طبع ہوا ہے۔ عبد الفتاح ابوغدہ نے اس پر فاضلانہ مقدمہ لکھا ہے۔

کی تکذیب کرنا۔ اس کے برخلاف قرآن نے ان کے عقیدۂ رفع سے اتفاق و تائید کر کے صرف قتل، صلیب اور کفارہ کا بطلان کیا۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے۔ کہ جن اکابر علماء نصاریٰ نے اسلام قبول کیا ان سے بھی منقولات کی کتابوں میں ایسے بہت سے آثار منقول ہیں۔ جو حضرت عیسیٰؑ کے رفع جسمانی پر دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً عبداللہ بن سلامؓ۔ کعب الاحبارؓ وہب بن منبہؒ وغیرہ۔ ان کے یہ آثار در منثور اور جامع ترمذی میں محفوظ مندرج ہیں۔

رابعاً۔ ممات مسیحؑ کے قائلین رفع سے رفع روح مراد لیتے ہیں۔ یعنی روح ہی کو خدا نے مقعد صدق کی طرف اٹھایا۔ اور بلند مقام عطا کیا۔ علامہ محمد انور شاہ فرماتے ہیں کہ یہود دراصل حضرت عیسیٰؑ کو جسمانی اذیت پہنچانے اور قتل کرنے کے درپے تھے۔ قرآن بھی اسی جسمانی اذیت اور قتل یا صلیب جسد کی نفی کرتا ہے:

روح یہاں داخل کرنا بے معنی ہے۔ اسی طرح رفع جسد کی نفی کر کے رفع درجات پہ زور دینا بھی نظم قرآن کے خلاف ہے۔ یہاں رفع خاص نوعیت و اہمیت کا حامل ہے۔ رفع درجات کو حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ خاص کرنا بے معنی ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم کی تصریح کے مطابق رفع درجات عارفین اور مومنین پر مشتمل اور محیط ہے قرآن کہتا ہے

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ

جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جن کو علم عطا کیا گیا ہے اللہ ان کے درجے بلند کرے گا۔

اس آیت میں تمام مقربین داخل ہیں۔ اس لئے حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ رفع بمعنی رفع درجات لانے کی کیا ضرورت تھی۔ حضرت عیسیٰؑ کے درجات ہر حال میں بلند اور ارفع ہیں۔ بغرض یہ رفع غیر معمولی اہمیت اور نوعیت کا حامل ہے:

فارم ۳ ٹی سی اے ......

ٹینڈر نوٹس

ٹاؤن کمیٹی امان گڑھ

ٹاؤن کمیٹی امان گڑھ کو مندرجہ ذیل تعمیراتی کاموں کی تکمیل کے لئے منظور شدہ ٹھیکیداران سے سر بمہر ٹینڈر مطلوب ہیں۔

ٹینڈر مورخہ ۱۶/۷/۸۳ تک بوقت ۹ بجے صبح زیر دستخطی کے پاس دفتر ٹاؤن کمیٹی امان گڑھ پہنچ جانے چاہئیں۔ ٹینڈر مورخہ ۱۶/۷/۸۳ بوقت ۱۰ بجے صبح روبرو ٹھیکیداران کھولے جائیں گے ـــ نوٹ ۔ ٹینڈر فارم دفتر ہذا سے قیمتاً حاصل کیا جا سکتا ہے

۲۔ ٹینڈر منظور کرنے یا نہ کرنے کا قطعی اختیار زیر دستخطی کو ہو گا۔

۳۔ دیگر شرائط مطابق ورکس رولز ہوں گے۔

چیئرمین
ٹاؤن کمیٹی امان گڑھ

نمبر شمار	تفصیل کام	تخمینہ لاگت	زر بیعانہ/ضمانت	میعاد کام
۱	۲			
۱	توسیع واٹر سپلائی پائپ لائن در خوشحال کالونی بجلی گھر کوٹ ونہ وغیرہ	2,50,125/-	5002/-	2 ماہ

سکریٹری۔ ٹاؤن کمیٹی امان گڑھ

INF (P) /581